وفاق المدارس کی سند (شہادۃ العالمیہ) کی آئینی حیثیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم
(صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

دینی مدارس کے سب سے بڑے بورڈ وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور مدارس کے دوسرے وفاقوں کی سند فضیلت (شہادۃ العالمیہ) کی حیثیت آج کل موضوع بحث بنی ہے، یہ بحث ابھی حال ہی میں شروع ہوئی ہے اور اس سند کی ایک مسلمہ قانونی حیثیت پاکستانی سیاست کے افسوس ناک اختلاف اور نشیب و فراز کی بھینٹ چڑھ رہی ہے۔ ۱۹۸۲ء میں یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے اس سند کو ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے مساوی قرار دیئے جانے کے بعد تقریباً گزشتہ بیس سال کے عرصے میں اس سند کی ذکر کردہ آئینی حیثیت پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، چنانچہ اس کی بنیاد پر دینی مدارس کے فضلاء بجا طور پر یونی ورسٹیوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لیے داخلے لیتے ہیں، اور اس کی بنیاد پر عربی اور اسلامیات کے استاذ کے طور پر سرکاری اسامیوں میں انھیں استاذ بھی لگایا جاتا ہے اسی نوٹیفیکیشن کو بنیاد بنا کر الیکشن کمیشن آف پاکستان کی طرف سے ۲۹ جولائی ۲۰۰۲ء کو اس سند کے حاملین کو عام انتخابات میں حصہ لینے کے لیے ایک نوٹیفیکیشن جاری ہوا، جس کے تحت علماء کی ایک بڑی تعداد نے انتخابات میں شرکت کی اور کامیاب ہو کر اسمبلیوں میں پہنچے، کثیر تعداد میں ان علماء کا اسمبلیوں تک پہنچنا چونکہ پرویز حکومت کی توقعات کے بالکل برعکس تھا، پھر اس کی کئی بنیادی پالیسیوں کے ساتھ علماء اور مذہبی جماعتوں کا اختلاف ایک طبعی امر تھا، اس لیے پارلیمنٹ کے ان مذہبی ارکان اور پرویز حکومت کے درمیان تناؤ کا سلسلہ نئی پارلیمنٹ کے وجود میں آنے کے وقت سے اب تک موجود ہے۔ مذہبی جماعتوں کے اتحاد، مجلس عمل کو دباؤ میں رکھنے کے لیے مختلف حربے آزمائے جانے کا سلسلہ بھی جاری ہے، ان کی سندات کو موضوع بحث لا کر اور اس کی حیثیت مشکوک بنا کر انہیں دباؤ میں رکھنے کا نیا حربہ کئی دنوں سے آزمایا جا رہا ہے، جب ۳۰ جون ۲۰۰۳ء کو پشاور ہائی کورٹ کے ایک الیکشن ٹریبونل نے مفتی ابرار سلطان کو نااہل قرار دے کر کوہاٹ کے قومی حلقہ این اے ۱۴ میں نئے سرے سے انتخاب کرانے کا حکم دیا، ہمیں اس سلسلے میں ہر قسم کی سیاسی جانب داری سے بالاتر ہو کر ملک و ملت کے مفاد کے نقطہ نظر سے چند باتیں عرض کرنی ہیں:

❶ یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن نے دینی مدارس کی سند فضیلت کو ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے مساوی قرار دینے کا فیصلہ طویل غور و خوض اور دینی مدارس کے نصاب کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد کیا تھا، دراصل ۱۹۷۳ء کے آئین کے موقع پر رکن قومی اسمبلی اور وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ اس کے متعلق قومی اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کر چکے تھے، پھر انیس سو بیاسی میں صدر ضیاء الحق مرحوم کی توجہ اس جانب مبذول کرائی گئی، ضیاء صاحب مرحوم نے یہ معاملہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے سپرد کر دیا، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ملک کی تمام بڑی اور اہم یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز، وزارت تعلیم کے اعلیٰ حکام اور دینی مدارس کے وفاقوں کے نمائندوں کو اسلام آباد میں اس موضوع پر بحث و مشاورت کے لیے مدعو کیا جس میں دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا ناقدانہ جائزہ لینے کے بعد تمام ماہرین تعلیم اور شرکائے مشاورت نے متفقہ طور پر مدارس کی سند کو ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے مساوی قرار دینے کی سفارش کی، چنانچہ ۱۷ نومبر ۱۹۸۲ کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اپنے ایک نوٹیفیکیشن نمبر ACAD128809 کے تحت وفاق

المدارس العربیہ اور دوسرے وفاقوں کی سند کو ایم اے کے مساوی تسلیم کر لیا اور اس کا عملی اطلاق تمام تعلیمی اداروں کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔

دینی مدارس میں موجود اسلامی علوم کے رائج تعلیمی نظام میں طالب علم کو قرآن مجید حفظ یا ناظرہ پڑھنے اور پرائمری تک اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد داخلہ دیا جاتا ہے، اس کے بعد وہ گیارہ سال تک مسلسل پڑھ کر بورڈ کے تحت امتحان دیتا ہے اور کامیاب ہونے پر بورڈ اسے سند جاری کرتا ہے، ان گیارہ سالوں میں ابتدائی تین سال عصری تعلیم دی جاتی ہے، یہ پہلا مرحلہ "متوسطہ" کہلاتا ہے جس میں انگریزی، ریاضی، سائنس، معاشرتی علوم اور دوسرے عصری علوم پڑھائے جاتے ہیں، تین سالہ دورانیہ پر مشتمل اس پہلے مرحلہ کا امتحان بھی "وفاق المدارس" کے تحت ہوتا ہے اور اس میں کامیاب ہونے کے بعد اسے اگلے مرحلہ میں داخلہ دیا جاتا ہے۔

صدر پرویز مشرف صاحب کے ساتھ دینی مدارس کے نصاب و نظام کے موضوع پر ہماری کئی ملاقاتیں رہی ہیں، ایسی ہی ایک ملاقات کے موقع پر ہم اپنے ساتھ وفاق المدارس کے سوالیہ پیپر اور طلبہ کے جوابات کی کاپیاں لے کر گئے اور اور جب صدر صاحب نے اپنے مشیروں سے سنی سنائی وہی مشہور بات کہی کہ دینی مدارس کے نصاب میں عصری علوم انگریزی، ریاضی، سائنس وغیرہ کے مضامین ہونے چاہئیں تو ہم نے اپنے بورڈ کے "مرحلہ متوسطہ" کے سوالیہ پرچہ جات اور طلبہ کی جوابی کاپیاں ان کی خدمت میں پیش کیں اور کہا کہ جو مضامین آپ داخل کرانا چاہ رہے ہیں، وہ کئی سالوں سے ہمارے ہاں داخل نصاب ہیں، ہم نے پرچہ جات دکھا کر ان سے اور ان کی ٹیم سے کہا کہ "آپ انصاف سے بتلائیں یہ سرکاری بورڈ کے میٹرک کے پرچوں کے مقابلے میں ہر لحاظ سے معیاری ہیں یا نہیں؟"...... یہ دیکھ کر صدر صاحب کو حیرت ہوئی اور انھوں نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں تھا...... گذشتہ چند سالوں میں سرکاری نمائندوں سے طویل اور بار بار مذاکرات سے ایک بات یہ کھل کر سامنے آئی کہ دینی مدارس سے متعلق عموماً حکومت، وزارت تعلیم اور عصری تعلیمی اداروں سے وابستہ افراد کی معلومات انتہائی ناقص، سطحی اور غلط پروپیگنڈے پر مبنی ہوتی ہیں۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر نظام اور نصاب تعلیم کی طرح دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں بھی تبدیلی، کمی بیشی اور مزید عمدہ نتائج حاصل کرنے کے لیے اقدامات کی گنجائش ہے لیکن الحمدللہ دینی مدارس کے منتظمین اور ارباب حل و عقد اس سے غافل نہیں، جید علماء کرام پر مشتمل نصاب تعلیم کی کمیٹی سفارشات مرتب کرتی ہے، ملک کے نامور علماء ان سفارشات پر بحث کرتے ہیں اور پھر متفقہ، قابل عمل تبدیلیاں اور تجاویز کو نصاب کا حصہ بنادیا جاتا ہے، ابھی حال ہی میں مرتب کی جانے والی ایسی ہی سفارشات پر بحث اور انہیں عملی شکل دینے کے لیے وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ کا اجلاس بیس جولائی کو بلایا گیا ہے، یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ علماء جدید و قدیم علوم سے واقف، نئے زمانے کی ضرورتوں اور تقاضوں پر نظر رکھنے والے جہاں دیدہ افراد ہیں اور انہیں شعبہ تعلیم اور اس کے نظام میں طویل تجربہ اور مہارت حاصل ہے، اس لیے ان پر "اپنے خول میں بند چار دیواری تک محدود نظر رکھنے" کی پھبتی نہیں کسی جاسکتی، بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دینی مدارس سے فارغ ہونے والا ایک فاضل جب طویل تعلیمی دورانیہ گذار کر سند فضیلت حاصل کرتا ہے تو وہ اردو، عربی میں اچھی استعداد و عمدہ صلاحیت، انگلش میں میٹرک تک کی صلاحیت اور فارسی زبان سے ضروری واقفیت رکھتا ہے، اور میٹرک تک عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، نحو و صرف، عربی ادب، بلاغت، معانی و منطق و فلسفہ، فلکیات...... تقریباً پندرہ اسلامی علوم کی ساٹھ سے زیادہ کتابیں پڑھ چکا ہوتا ہے، وہ یونی ورسٹی کے ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کرنے والے کے مقابلے میں اسلامی علوم میں استعداد، مہارت اور عربی زبان پر عبور و قدرت...... ہر حوالے سے فائق اور بہتر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف، خطابت و امامت، علوم اسلامیہ کی تدریس و تحقیق، اصلاح و ارشاد...... ان تمام میدانوں میں آپ کو دینی

مدارس کے علماء ہی پیش پیش نظر آئیں گے، مسلمانوں کے دینی، علمی اور مذہبی ضروریات ان ہی علماء کی خدمات سے پوری ہوتی ہیں، ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کرنے والا کسی اسکول کا ٹیچر، کسی کالج کا لیکچرار اور کسی نوکری کا متلاشی تو ضرور نظر آئے گا لیکن اسلامی علوم کی تحقیق و مہارت کے علم بردار دینی مدارس کے یہی علماء ہیں اور ان ہی کی طرف یہاں کے جمہور اہل اسلام اپنے دینی مسائل اور اسلامی علوم کے لیے رجوع کرتے ہیں، بلکہ خود ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے نصاب میں رکھی گئی کتابیں علماء ہی کی مرتب کردہ ہیں۔ اس لیے اسلامی علوم کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے والے عالم دین کو یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن نے اگر ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی قرار دیا ہے تو اس میں کسی اعتراض یا اچنبھے کی کوئی وجہ نہیں کہ بہر حال اُس کی حیثیت ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات سے بڑھ کر ہے، فروتر ہر گز نہیں۔

یاد رہے کہ موجودہ انتخابات سے پہلے چیف الیکشن کمشنر کے سامنے مدارس کے اسناد کی آئینی حیثیت کا سوال آیا تھا، انہوں نے یہ مسئلہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن آف پاکستان کی طرف بھجوایا، وہاں سے جواب آنے کے بعد کہ "یہ سند ہمارے ہاں ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم شدہ ہے" چیف الیکشن کمشنر نے صوبائی الیکشن کمشنر کے طور پر کام کرنے والے چاروں صوبوں کے ہائی کورٹس کے جسٹس حضرات سے رائے طلب کی، انہوں نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے نوٹیفکیشن کی بنیاد پر متفقہ رائے دی کہ دینی مدارس کی اسناد کے حاملین الیکشن میں حصہ لینے کے اہل ہیں، اس کے بعد چیف الیکشن کمشنر (سابق چیف جسٹس آف پاکستان) نے مذکورہ نوٹیفکیشن جاری کیا......

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عام انتخابات میں چترال کے قومی حلقہ این اے ۳۲ پر ڈسٹرکٹ ریٹرننگ آفیسر نے متحدہ مجلس عمل کے رکن قومی اسمبلی مولانا عبدالاکبر چترالی کی شہادۃ العالمیہ کی سند کو گریجویشن کے مساوی تسلیم نہ کرتے ہوئے ان کے کاغذات نامزدگی مسترد کردیئے تھے جس کے خلاف انہوں نے پشاور ہائی کورٹ سے رجوع کیا، تو پشاور ہائی کورٹ کے جسٹس عبدالروف نعمانی کی سربراہی میں ہائی کورٹ کے دورکنی ڈویژن بینچ نے اس سند کو گریجویشن کے برابر تسلیم کرتے ہوئے انہیں الیکشن لڑنے کی اجازت دی۔ اور اس کی بنیاد پر وہ الیکشن میں حصہ لے کر کامیاب ہوئے، اس لیے پشاور ہائی کورٹ کے الیکشن ٹریبونل کے تیس جون کا فیصلہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

اس سلسلے میں بعض لوگوں نے یہ نکتہ اٹھایا کہ دینی مدارس کی سند تدریسی مقاصد کے لیے ایم اے اسلامیات کے مساوی ہے، قانون سازادارے کے لیے اس کی وہ حیثیت نہیں، لیکن ظاہر ہے یہ بہت کمزور بات ہے، جو عالم دین عصری اداروں میں اسلامی علوم کی تدریس کا اہل ہے وہ مقننہ کی رکنیت کا کیونکر اہل نہیں اس طرح تو یہ نکتہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے آئین میں صراحت ہے کہ یہاں کا کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوگا، قومی اسمبلی قانون ساز ادارہ ہے، اس لحاظ سے اس کا رکن صرف وہی شخص بن سکتا ہے جو قرآن وحدیث اور اسلامی فقہ کا عالم ہو کیونکہ کسی قانون کے قرآن وسنت کے مطابق یا مخالف ہونے کا فیصلہ ایک عالم ہی کر سکتا ہے، اسلامی قانون سازادارے کی رکنیت کا اہل عالم دین نہیں تو قانون کی رو سے اسلامی علوم سے جاہل بی اے کرنے والا اس کا اہل کیسے بن سکتا ہے! تحقیق کرلی جائے تو ہماری اسمبلیوں میں کئی گریجویٹ رکن ایسے نکل آئیں گے کہ وہ سورۃ فاتحہ بھی درست تلفظ کے ساتھ نہیں سنا سکیں گے۔

بہر حال ہم صدر صاحب اور اس کی ٹیم سے درمندانہ گذارش کریں گے کہ وہ سیاسی اختلاف یا وطن دشمن قوتوں کے دباؤ کی بنیاد پر ایسے فیصلوں سے گریز کریں جن سے ملک میں پھیلے ہوئے ہزاروں مدارس کی مسلمہ آئینی تعلیمی حیثیت مجروح ہوتی ہو اور جو دینی اور عصری اداروں کے خلیج کو کم کرنے کے بجائے مزید وسیع کرنے کا ذریعہ بنتے ہوں، اس طرح ہم مجلس عمل کے قائدین سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایل ایف او کے بعض نکات پر جس شدت کے ساتھ ڈٹے ہیں، اس میں بہر حال نرمی اور لچک پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر نہ کشیدگی کے بادل چھٹ سکتے ہیں اور نہ ہی افہام وتفہیم اور مصالحت کی راہیں کھل سکتی ہیں۔